Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:10 (1967)

عہدِ عبّاسی میں قبرص کے متعلق ایک استفتاء

مولانا عبد الرحمٰن طاہر سورتی

[حضرت عثمان رضؓ کے عہد خلافت میں امیر معاویہؓ والیِ شام کو جزیرہ قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت مل گئی۔ ۲۸ھ میں وہ ایک عظیم بحری بیڑہ لے کر قبرص پہنچے۔ وہاں کے باشندوں سے صلح ہو گئی۔ اور اسلامی حکومت نے انہیں بیک وقت اپنا اور رومی حکومت کا باجگذار تسلیم کر لیا۔ انھوں نے اسلامی حکومت کو سالانہ سات ہزار دو سو دینار ادا کرنا منظور کیا۔ اتنی ہی رقم وہ رومی حکومت کو ادا کرتے تھے۔ صلح کی شرائط میں اہل قبرص نے مسلمانوں سے خیر خواہی کرنا، مسلمان افواج کی دشمن کے مقابلہ کے لئے جانے میں مزاحمت نہ کرنا، اور اگر رومی مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں تو مسلمانوں کو اس کی اطلاع دینا منظور کر لیا تھا۔

بعد ازاں مختلف زمانوں میں اہل قبرص سے کبھی کبھی عہد شکنیاں ہوتیں اور اسلامی حکومت کی طرف سے ان کی مناسب سرکوبی کر دی جاتی۔ لیکن صلح کا وہ معاہدہ جو امیر معاویہؓ نے ان سے کیا تھا، وہ بحال رکھا گیا۔ ہارون الرشید کے دَور میں اہل قبرص کی بدعہدی پر حمید بن معیوف نے قبرص پر حملہ کیا اور تقریباً سولہ ہزار قبرصیوں کو گرفتار کیا گیا۔

الغرض قبرص کا مسئلہ اسلامی حکومت کے لئے مستقل دردِ سر بنا رہا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے جانشین امین نے شام و جزیرہ اور سرحدی علاقوں (ثغور) کا والی عبد الملک بن صالح کو بنایا جو ایک نامور سپہ سالار تھا۔ اس نے قبرص پر بڑے پیمانہ پر فیصلہ کن حملہ کرنا چاہا۔ ایک ایسا علاقہ جس کے باشندوں سے پہلے سے مسلمانوں کا معاہدہ چلا آتا ہے، لیکن وہ مسلمانوں کو برابر پریشان کرتے رہتے ہیں، کیا اس پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں دینی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے عبد الملک بن صالح نے اپنے زمانے کے معروف و مستند فقہاء کی طرف رجوع کیا۔ والیِ موصوف کے اس طرز عمل سے اس زمانے کی اسلامی حکومت کے

طریق کار پر روشنی پڑتی ہے۔

عبدالملک بن صالح کی فقہاء سے یہ خط و کتابت امام ابو عبیدؒ نے "کتاب الاموال" میں نقل کی ہے۔ ابو عبیدؒ ہی سے اُن کے شاگرد ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری نے یہ تفصیلات اپنی شہرہ آفاق تصنیف "فتوح البلدان" میں درج کی ہیں۔ ذیل میں کتاب الاموال سے اس مراسلت کی تفصیلات دی جاتی ہیں]

قبرص بحیرہ روم کا ایک جزیرہ ہے جو اسلامی حکومت اور رومی حکومت کے درمیان واقع ہے۔ امیر معاویہؓ نے یہاں کے باشندوں سے صلح کی تھی اور معاہدہ میں یہ شرط رکھی تھی کہ وہ مسلمانوں کے باجگذار رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی وہ رومی حکومت کے بھی باجگذار تھے۔ اس طرح وہ دونوں حکومتوں کے ذمی تھے۔ یہ لوگ اسی حالت میں چلے آرہے تھے تاآنکہ سرحد پر عبدالملک بن صالح[1] کا تعین ہوا۔ اس زمانے میں وہاں کے لوگوں نے یا بعض لوگوں نے کوئی (غیر معمولی) شورش بپا کی، جسے عبدالملک نے ان کی عہد شکنی پر محمول کیا۔ یہ وہ دور تھا جب علماء و فقہاء بکثرت تھے۔ چنانچہ عبدالملک نے ان سے جنگ کرنے کے جواز کے بارے میں مشورہ کے لئے چند فقہاء کو سوال نامہ بھیجا جن میں سے چند فقہاء یہ ہیں:۔ لیث بن سعد[2]۔ مالک بن انس[3]، سفیان بن عیینہ[4]، موسیٰ بن اعین[5]، اسمٰعیل بن عیّاش[6]، یحییٰ بن حمزہ[7]، ابو اسحٰق فزاری اور مخلد بن حسین[8]۔ ان سب نے انہیں جوابات لکھ بھیجے۔

ابو عبید: ان حضرات کے عبدالملک کے نام یہ خطوط اس کے دفتر سے برآمد ہوئے اور مجھے ملے۔ میں اس موضوع سے متعلق ان کی آراء کا مفہوم مختصراً پیش کروں گا، ان تمام فقہاء نے عبدالملک کے نتیجہ فکر سے اختلاف کیا ہے۔

---

[1] یہ خلیفہ رشید و امین کے زمانہ میں بڑا سپہ سالار تھا، ۱۹۶ھ میں وفات پائی۔

[2] لیث بن سعد (متوفی ۱۷۵ھ) آپ مصر کے قاضی اور مفتی تھے۔

[3] مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) آپ امام دارالہجرہ (مدینہ) تھے۔

[4] سفیان بن عیینہ مکہ کے بڑے فقیہ تھے۔

[5] موسیٰ بن اعین (متوفی ۱۷۷ھ) آپ عراق کے فقہاء میں سے تھے۔

[6] اسمٰعیل بن عیّاش مفتی شام تھے۔ [7] یحییٰ بن حمزہ قاضی دمشق تھے۔

[8] ابو اسحٰق فزاری اور مخلد بن حسین دونوں فقہاء سرحدی علاقوں میں قیام پذیر تھے۔

البتہ ان میں ایسے فقہاء کی اکثریت تھی، جنہوں نے اہل قبرص کے کچھ لوگوں کی غداری و عہد شکنی کے باوجود ان سے مجموعی طور پر جنگ نہ کرنے اور کئے ہوئے عہد کو نباہنے کا مشورہ دیا تھا، اور ایسے علماء کم تھے جنھوں نے ان سے جنگ کا مشورہ دیا۔) لیث بن سعد نے عبدالملک بن صالح کے سوالنامہ کا جواب یہ دیا:

لیث بن سعد کا جواب ہمارے ہاں روایات چلی آرہی ہیں کہ ہم قبرص والوں پر مسلمانوں کے ساتھ غداری و بدعہدی کا اور رومیوں کے ساتھ دوستی و خیر خواہی کرنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

واما تخافنّ من قوم خیانۃ	اور اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو انہیں
فانبذ الیھم علیٰ سواءٍ	معاہدہ ختم کر دینے کی اطلاع دے کر برابری کی
(الانفال: ۵۸)	حالت میں آجاؤ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: انہیں معاہدہ ختم کر دینے کی اطلاع نہ دینا تاوقتیکہ ان کی خیانت کھل کر ظاہر ہو جائے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں معاہدہ ختم کر دینے کی اطلاع بہم پہنچادیں۔ پھر انہیں ایک سال کی مہلت دی جائے جس میں وہ باہم مشورہ کر لیں، اور جو اُن میں سے اسلامی مملکت میں رہنا پسند کرے، اس شرط پر کہ خراج ادا کرتا رہے تو اسے یہ موقع ملنا چاہئے، اور اسے اس کی اجازت ہونا چاہئے، اور جو قبرص میں رہ کر جنگ کرنے پر تیار ہو وہ وہاں رہے پھر ان لوگوں سے مسلمان اسی طرح جنگ کریں جیسے وہ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ ایک سال کی مہلت دینے سے ایک طرف تو ان پر اتمام حجت ہو جائے گا اور دوسری طرف ان سے جو عہد کیا گیا تھا اس کی بھی رعایت ہو جائے گی۔

سفیان بن عیینہ کا جواب سفیان بن عیینہ نے اس سوالنامے کا جواب یہ لکھا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی قوم سے معاہدہ کیا اور پھر اس قوم نے عہد شکنی کی تو آپؐ نے ہمیشہ اُن کا خون روا ٹھہرایا۔ اس باب میں ہمیں صرف اہل مکہ کا استثنا ملتا ہے کہ انہیں حضورؐ نے احسان فرماتے ہوئے آزاد کر دیا۔ اہل مکہ کی عہد شکنی جس پر ان سے جنگ روا سمجھی گئی، یہ تھی کہ جب ان کے حلیف بنی بکر نے رسول اللہؐ کے حلیف قبیلہ خزاعہ سے جنگ کی تو اہل مکہ نے رسول اللہؐ کے حلیف قبیلہ کے مقابلہ میں بنی بکر کی مدد کی۔ اس جرم کی پاداش میں ان سے جنگ حلال ہو گئی۔ قرآن مجید میں ان عہد شکنوں کے متعلق مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم	کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنے
وھمّوا باخراج الرسول	معاہدوں کو توڑ ڈالا اور رسول اللہؐ کو نکالنے کا ارادہ کیا

وھم بدءوکم اوّل مرّۃٍ	اور انھوں نے ہی پہلی بار تمہارے خلاف ابتدا کی، کیا تم ان سے ڈرتے
اتخشونھم فاللہ احقّ ان تخشوہ	ہو حالانکہ اگر تم مومن ہو تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔
ان کنتم مومنین ۰ قاتلوھم	ان سے جنگ کرو ۔ اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب
یعذّبھم اللہ بایدیکم ویخزھم	پہنچائے گا۔ اور انہیں رسوا کرے گا۔ اور ان کے مقابلہ
وینصرکم علیھم ویشف صدور	میں تمہاری مدد کرے گا اور مومنین کے دلوں کو اطمینان
قومٍ مومنین (التوبہ : ۱۳-۱۴)	وسکون بخشے گا۔

انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیات بھی نازل ہوئیں :۔

اِنّ شرّ الدّوابّ عند اللہ الّذین	بے شک اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں
کفروا فھم لا یومنون ۰ الّذین	بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو کفر کرتے ہیں اور ایمان
عاھدتّ منھم ثمّ ینقضون	نہیں لاتے، یہ وہی لوگ ہیں جن سے آپؐ نے معاہدہ
عھدھم فی کل مرّۃٍ وّھم لا	کیا پھر وہ اپنا معاہدہ ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ
یتّقون ۰ فاِمّا تثقفنّھم فی الحرب	بے باک ہیں۔ تو اگر آپؐ ان لوگوں کو جنگ میں پالیں تو
فشرّد بھم من خلفھم لعلّھم	انہیں ایسی عبرت ناک سزا دیں جو ان کے پیچھے رہ جانے
یذّکّرون (الانفال: ۵۵ تا ۵۷)	والوں میں ابتری پیدا کر دے تاکہ یہ نصیحت حاصل کریں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اہل نجران سے صلح کرتے وقت یہ شرط بھی رکھی تھی کہ جس نے بھی ان میں سے پہلے کا سود کھایا تو ہماری ذمّہ داری اس سے ختم ہوجائے گی [۹] الغرض اس باب میں ہم تک جو معلومات پہنچی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے : "جس نے بھی اپنے معاہدہ کی شرائط میں بدعہدی کی پھر تمام قوم اس بدعہدی پر متفق ہوگئی تو ایسے لوگوں سے کوئی عہد باقی نہیں رہتا اور نہ اُن کی ذمّہ داری لی جائے گی۔"

مالک بن انس کا جواب مالک بن انس نے اس سوالنامہ کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

اہل قبرص کو جو امان دی گئی ہے، اس کا سلسلہ قدیم زمانہ سے تمام والیوں کی طرف سے برابر چلا آرہا ہے اور ان سب کا خیال یہی رہا کہ ان کو امان دے دینا اور انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا ہی ان کی محکومی و ماتحتی اور مسلمانوں

---

[۹] چنانچہ جب انھوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے سودی کاروبار شروع کر دیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں جلا وطن کر دیا۔

کے غلبہ و اقتدار کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو ان سے جزیہ ملتاہے اور دوسری طرف ان کے ذریعہ مسلمان اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کا موقع پاتے ہیں۔ مجھے تاریخ میں کوئی ایسا والی نہیں ملتا جس نے ان سے صلح ختم کی یا انہیں ان کے وطن سے نکالا ہو۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ ان سے معاہدہ ختم کرنے اور اعلان جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں تا آنکہ ان پر اتمام حجت نہ ہوجائے اور ان پر جرم ثابت نہ ہوجائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَتِمُّوٓا۟ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (التوبۃ: ۴) — تم اُن سے کئے ہوئے معاہدہ کو ان کی مدت تک پورا کرو۔

اگر اس مدّت کے بعد وہ راہِ راست پر نہ آئیں اور دھوکا دہی نہ چھوڑیں اور آپ دیکھیں کہ ان کی طرف سے بدعہدی و غدّاری ہو رہی ہے تو اس وقت آپ ان پر حملہ کر دیں اور حملہ سے قبل ان کے سامنے اپنے عذرات و دلائل پیش کر دیں۔ اس طرح آپ کو ان کے خلاف زیادہ قوت حاصل ہوگی آپ غلبہ و مدد سے زیادہ قریب ہوجائیں گے اور وہ ذلّت و خواری سے۔ ان شاء اللہ۔

موسیٰ بن اعین کا جواب | موسیٰ بن اعین کے جواب میں۔

"اس قسم کے واقعات ماضی میں بھی ہوتے رہتے تھے، اور حکام ان کے متعلق غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ لیکن مجھے نہیں معلوم کہ ماضی میں کسی والی نے اہل قبرص سے معاہدہ توڑا ہو یا اس میں کوئی تبدیلی کی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ وہاں کے خواص جو زیادتیاں کرتے ہیں انہیں وہاں کے عوام کی تائید حاصل نہ ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ معاہدہ پر قائم رہیں اور اس کی شرائط پوری کرتے رہیں، خواہ ان کی طرف سے اس قسم کے واقعات ہوا کریں۔

میں نے اوزاعی سے ایسے لوگوں کے بارے میں جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو اور پھر وہ مشرکین کو مسلمانوں کی کمزوریوں سے مطلع بھی کرتے رہیں، یہ کہتے سنا ہے کہ اگر وہ ذمی ہو تو اس کا معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہے۔ اس پر اگر والی چاہے تو اس کو قتل کر سکتا ہے اور سولی دے سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ذمی نہ ہو بلکہ صرف ان لوگوں میں سے ہو جن سے صلح کی گئی ہے تو والی معاہدہ ختم کرکے طرفین کو برابر کی آزادی حاصل ہونے کا اعلان کر دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسمٰعیل بن عیّاش کا جواب | اور اسمٰعیل بن عیّاش کے جواب میں یہ تھا:

اہل قبرص مغلوب و مقہور ہیں اور رومی اُن کی جانوں اور ان کی عورتوں کو اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں، ہمارا

فریضہ ہے کہ ہم اُن کی حمایت و مدافعت کریں۔ حبیب بن مسلمہ نے جب ارمینیا والوں [۱۰] کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اور انہیں امان دی تھی تو معاہدہ میں لکھا تھا۔" اگر مسلمانوں کو اپنی مصروفیت کی وجہ سے تمہاری دیکھ بھال کا موقع نہ ملا اور تمہارے دشمن تم کو زیر کرلیں تو اس پر تمہاری گرفت نہیں جائے گی اور نہ اس کی وجہ سے تمہارا معاہدہ ٹوٹے گا جبکہ تم مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا دم بھرتے رہو گے۔"

میرا خیال ہے کہ ان (اہل قبرص) کو ان کے عہد و ذمہ پر بحال رکھو۔ ایک مرتبہ ان لوگوں کو یزید بن عبدالملک نے جلاوطن کر کے شام بھیج دیا تھا تو مسلمان فقہاء نے اس عمل کو نہایت نازیبا حرکت اور بڑی زیادتی قرار دیا تھا۔ چنانچہ جب یزید بن ولید برسراقتدار آیا تو اس نے ان لوگوں کو پھر قبرص واپس بھیج دیا۔ مسلمانوں نے اس کے اس عمل کو سراہا اور اسے عدل سے تعبیر کیا۔

یحییٰ بن حمزہ کا جواب یحییٰ بن حمزہ نے اپنے جواب میں لکھا:

" قبرص کا مسئلہ عرلبسوس [۱۱] کے مسئلہ سے ملتا جلتا ہے اور اس مسئلہ کے لئے وہ بہترین مثال اور قابل تقلید نمونہ ہے، اگر قبرص، عرلبسوس کی طرح مسلمانوں کے دشمنوں سے جاملے تو بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا، اور وہاں کے حالات پر صبر کرنا ہی بہتر ہے، کیونکہ اس طرح مسلمانوں کو اس علاقہ کا جزیہ نیز وہاں سے اپنی ضروریات کی اشیاء ملتی رہیں گی۔ اس علاقہ کو امان بخشنے اور بحال چھوڑنے کا سبب یہی ہے۔ مسلمانوں اور اسلام دشمن قوتوں کے درمیان جو مقام ان قبرص والوں کو حاصل ہے، وہ جس معاہد قوم کو بھی حاصل ہو گا، خواہ زمانہ قدیم ہو یا جدید

---

[۱۰] یہاں فتوح البلدان میں "اہل تفلیس" ہے۔ ۱۶۱

[۱۱] عرلبسوس کے بارے میں عمیر بن سعد نے حضرت عمرؓ کو بتایا تھا کہ ہمارے اور رومیوں کے درمیان عرلبسوس نامی علاقہ حائل ہے۔ یہاں کے باشندے ہمارے دشمنوں کو ہمارے راز سے باخبر کر دیتے ہیں لیکن ہمیں ہمارے دشمنوں کے راز نہیں بتلاتے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ... سے کہا تھا: "جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان (پر جزیہ دگنا کر دو یعنی ان) سے ایک بکری کی جگہ دو بکریاں، ایک گائے کی جگہ دو گائیں، اور ہر ایک چیز کی جگہ دو دو لو۔ اور ساتھ ہی انہیں ایک معین زمانہ کی مہلت دے کر اس کے بعد اس بستی کو تاخت و تاراج کر دو۔ اگر وہ دگنا جزیہ دینے پر رضامند نہ ہوں تو ان سے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دو اور ایک سال کی مہلت دے کر اس کے بعد ان کی بستی کو تاخت و تاراج کر دو۔" چنانچہ عرلبسوس والوں نے دگنا جزیہ دینا منظور نہ کیا اور انھوں نے ایک سال کی مہلت دے کر اس بستی کو ویران کر دیا۔ (فتوح البلدان: ۱۶۱)

اس سے احتیاط برتی جائے گی اور حرو کنار رہا جائے گا۔ اور جتنے بھی ایسے معاہد لوگ ہیں جن کی مدافعت میں مسلمان جنگ نہیں کرتے اور جن میں مسلمانوں کے احکام جاری نہیں ہوتے انہیں اہل ذمہ (ذمی) نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ اہل فدیہ کہلائیں گے۔ وہ جب تک ہم سے تعرض نہیں کریں گے ہم بھی ان سے رُکے رہیں گے اور جب تک وہ وفاداری کا دم بھرتے رہیں گے، ہم بھی ان سے وفا کرتے رہیں گے۔ اور جو کچھ بھی وہ بطیب خاطر ادا کرتے رہیں گے، ان سے قبول کیا جائے گا۔ اور یہ جائز نہیں کہ ایسی (اہل ذمہ والی) حالت مسلمانوں کی ہو کہ وہ کچھ دے کر کفار سے معاملہ کریں۔ الا یہ کہ انہیں کفار سے کوئی بڑا خطرہ لاحق ہو۔ یا وہ کمزوری کے باعث ان سے لڑنے کی تاب نہ رکھتے ہوں یا انہیں کسی دوسرے محاذ پر ایسی مصروفیت ہو کہ وہ اس دشمن کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کا کسی مقررہ رقم کے عوض دشمن سے صلح کرنا مکروہ قرار دیا۔ الا یہ کہ مسلمان ان سے صلح کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے کہ کسے معلوم کہ اس صلح سے وہ آسودہ و غالب ہو جائیں اور ان کو کسی قسم کی ذلت و محکومیت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ابو اسحٰق اور مخلد بن حسین کا جواب | ابو اسحٰق اور مخلد بن حسین نے یہ لکھا تھا:

"ہماری نظروں میں مسئلہ قبرص (اور اس کے فیصلہ) سے سب سے زیادہ ملتا جلتا مسئلہ عربسوس کا مسئلہ اور اس کا حضرت عمرؓ بن الخطاب والا فیصلہ ہے (بعد ازاں انہوں نے ہماری مذکورہ بالا پوری روایت درج کی)۔ اوزاعی بیان کرتے تھے کہ مسلمانوں نے قبرص فتح کیا، پھر وہاں کے باشندوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔ ان سے معاہدہ میں چودہ ہزار دینار ادا کرتے رہنے کی شرط طے ہوئی، جن میں سے سات ہزار مسلمانوں کو، اور سات ہزار رومی حکومت کو ادا کیا جائے گا۔ معاہدہ میں یہ بھی شرط تھی کہ وہ (اہل قبرص) مسلمانوں سے ان کے دشمنوں کا کوئی معاملہ پوشیدہ نہ رکھیں گے، نہ رومی حکومت سے مسلمانوں کا معاملہ چھپائیں گے"۔ اوزاعی یہ بھی کہا کرتے تھے: "اہل قبرص نے کبھی بھی ہم سے وفا نہیں کی، بایں ہمہ ہمارا خیال یہی ہے کہ ان لوگوں سے عہد و پیمان کیا گیا ہے۔ ان سے جو معاہدۂ صلح ہوا ہے اس میں بعض شرائط ان کے حق میں اور بعض شرائط ان کے مفاد کے خلاف ہیں لیکن اس معاہدہ کو توڑ ڈالنا درست نہیں ہوگا۔ تاوقتیکہ ان کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ان کی غداری و عہد شکنی کا ثبوت مل جائے"۔

ابو عبید: میرا خیال ہے کہ ان فقہاء کی اکثریت پابندیٔ عہد کی تاکید اور ان لوگوں سے جنگ کرنے کی ممانعت کر رہی ہے تاوقتیکہ مجموعی طور پر پوری قوم عہد شکنی کی مرتکب نہ ہو جائے۔ اور دونوں اقوال میں سے یہی قول زیادہ قابل اتباع ہے۔ نیز یہ اصول کہ خواص کے جرم پر عوام کی گرفت نہیں کی جائے گی۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خواص کے اقدام کو عوام کی تائید و خوشنودی حاصل ہے تو ایسی صورت میں عوام کا خون روا ہو جائے گا۔